Lesson 33. Al-Baqarah (Ayaat 253 - 260): Day 111 سُوۡرَةُ البَقَرَة کی تفسیر

لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ ۔۔۔دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے

دین قبول کرنے کے اندر کوئی زبردستی نہیں ہے۔ کسی کو جان سے مارنے کی دھمکی دے کر مسلمان نہیں کیا سکتا۔ کسی کو ڈرایا نہیں جاسکتا۔ کیوں مجبور نہیں کیا سکتا؟

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ‌ۚ۔۔۔ ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے،

یہ ایسے کہ ہماری فطرت میں توحید اور ہدایت ہے۔ اللہ نے آدم کی پُشت پر ہاتھ پھیرا اور دُنیا میں پیدا ہونے والی تمام روحوں کو زندہ کر دیا۔ پھر اُن سے ایک وعدہ لیا جس کو وعدۂ الست کہتے ہیں۔ ہم سب نے اللہ سے وعدہ کیا کہ اللہ ہمارا رَبّ ہے۔ ایک پیدا ہونے والا بچّہ بھی فطرت پر ہو تو وہ لا الہ الا اللہ کہے گا۔ اُس کو کوئی مذہب نہ بھی سکھایا جائے تو وہ فطرتی طور پر توحید اور ہدایت کو پالے گا۔ اسلام اور اللہ کی آگاہی ہر انسان کی فطرت میں ہے۔

ویسے بھی کائنات کی ہر چیز بول بول کر کہہ رہی ہے کہ اُس کائنات کا مالک ایک رَبِّ کائنات ہے۔

اللہ کے نبیؐ نے 23 سال اسلام کی تبلیغ کی لیکن کسی کو مجبوراً مسلمان نہیں کیا۔ فتح مکّہ والے دن ممکن تھا لیکن نہیں۔ جنگیں جیتیں، جزیے لئے، معاہدے کئے لیکن کسی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا۔

جو اسلام جبر کے راستے آئے تو اطاعت نہیں کرے گا۔ کسی کو مجبور کیا جائے تو دِل کو خوشی نہیں ہو گی۔ اسلام محبت اور دل کی خوشی سے انسان کے اندر آتا ہے۔ پھر عمل سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ آپ کا دل چاہ رہا ہے کہ اللہ کی اطاعت کروں، اپنے رَبّ کو راضی کروں۔ قیامت کے دن اُس سے ملاقات کروں۔

پھر اتنے لوگ کافر کیوں ہیں؟

فطرت تو کہتی ہے کہ اللہ ایک ہے لیکن ماحول کا اثر ہو جاتا ہے۔ حدیثؐ ہے کہ؛

ہر بچّہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے والدین اُس کو یہودی، مجوسی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔

جو شروع سے اپنے والدین کو بُت پوجتے دیکھتا ہے، اُس کو وہ بُرا نہیں لگے گا۔ جس نے شروع سے باپ کا شراب پیتے دیکھا اُس کو شراب کی عادت ہو جائے گی۔

کائنات کی ہر چیز اور فطرت کے حُسن میں اللہ کی نشانیاں تو نظر آتی ہیں لیکن اگر کوئی کالے یا نیلے شیشے والی عینک لگا لے تو اُسے وہی نظر آئے گا جو عینک اُسے دکھا رہی ہے۔ جب ہم آنکھوں پر پردہ ڈال لیتے ہیں تو پھر وہی نظر آتا ہے جو ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔

خواہشات کی عینک، حُبِّ مال کا پردہ، حُبّ جاہ کی آرزو۔ ہماری فطرت کو مسخ کر دیتے ہیں۔

ہر بچّہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ ایک ہی طرح کی حرکات کرتا ہے۔ رونا، ہنسنا، سونا، کھانا۔

لوگ لا الہ الا اللہ پر کیوں نہیں جم پاتے کیونکہ راستے میں کچھ رکاوٹیں ہیں۔

فطرتاً ہر روح اللہ والی بننا چاہتی ہیں۔ رُکاوٹ کا نام طاغوت ہے۔ آپ اللہ والی بننا چاہتی ہیں لیکن کچھ رکاوٹیں آ گئیں اور آپ وہ نہ کر سکیں۔ ہر وہ چیز جو بندے کو رَبّ کا نہ بننے دے وہ طاغوت ہے۔

اللہ کے نظام اور قانون کے مقابلے میں کوئی اپنا قانون یا نظام بنا لے وہ چاہے ایک فرد ہو، ملک ہو یا اِدارہ ہو۔ یا کوئی سُپر پاور۔ وہ طاغوت ہے۔

ہر انسان کے ساتھ اللہ نے ایک فرشتہ اور ایک شیطان رکھ دیا۔ فرشتہ نیکی اور اچھائی کا حکم دے گا۔

شیطان بُرائی اور گناہ کا۔ دونوں میں جنگ چلتی رہتی ہے۔ جس کی بات انسان مان لیتا ہے اُسی سے دوستی ہو جاتی ہے۔ فجر پر فرشتے کی بات نہ مانی اور نماز نہ پڑھی تو سارا دِن شیطان کے اثر میں رہیں گے۔

سارا دِن نحوست کی بیماری رہے گی۔ کبھی سوسائٹی، معاشرہ، خاندان، رشتے دار اور کبھی گھر والے آپ کو اللہ کی بات نہیں ماننے دیتے۔ آپ کے راستے میں رکاوٹیں آتی ہیں۔ آپ فیصلہ کریں کہ اللہ کو راضی کرنا ہے یا دوسروں کو؟

طاغوت دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اندرونی اور بیرونی۔ اندر نفس ہے۔ یہ سب سے بڑا ہے۔ یہ ہمیں رَبّ کا نہیں بننے دیتا۔ ڈراتا رہتا ہے۔ اگر اس پر قابو کر لیتے ہیں۔

پھر بیرونی طاغوت گھر والے، دوست خاندان۔ معاشرہ آجاتے ہیں۔ لوگ نہیں چاہتے کہ ہم رَبّ والے بنیں۔

جب ہم رَبّ والے بن جاتے ہیں تو لوگ حقوق العباد کے نام پر آزمانے آجاتے ہیں۔

ہم لوگوں کو اللہ کے حقوق بھی دے چکے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو خوش کرنے کے چکّر میں اللہ کی نافرمانی کر دیتے ہیں۔ نماز چھوٹ جاتی ہیں۔ پھر جب اللہ کی کتاب سے جُڑتے ہیں۔ اسلام تو چاہتا ہے کہ ہم بندوں کو حقوق دیں۔ ہم صرف اللہ کی اطاعت شروع کرتے ہیں اور لوگوں کو یہی بات بُری لگتی ہے۔ یہی وہ سرد جنگ ہے جو ہمارے اندر لگی رہتی ہے۔ پہلے سارے طاغوت کو ذبح کرو۔ پھر اللہ پر ایمان لاؤ۔

فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ ۔۔۔ تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے

اسلام کی ابتدا ہم نہیں سے کر رہے ہیں۔لا یعنی نہیں الہ کوئی اور معبود۔ہمارا کوئی اور معبود نہیں ہو گا۔

پھر ہم کہتے ہیں اِلّا اللہ۔صرف اللہ ہی ہمارا معبود ہے۔ جب انسان اللہ کی بات نہیں مانتا تو وہ بھی نافرمانی ہے اور جب اللہ کو نہیں مانتا تو وہ کفر ہے۔انکار ہے۔اللہ کی نہ مانے اور دوسروں کی مانیں تو نفس سرکش ہو جاتا ہے۔اور پھر آخر میں شیطان غلبہ پالیتا ہے۔انسان نفس کا غلام ہو جاتا ہے۔

وَيُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ

﴿۲۵۶﴾ اور خدا پر ایمان لائے اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور خدا (سب کچھ) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔

کاش ہم نے اس کی لذّت چکھی ہو۔جب بندہ ہر سہارے سے کٹ کر صرف ایک رَبّ کا سہارا پکڑتا ہے۔پھر اُس کو پتا ہے کہ اللہ میرے ساتھ ہے۔یاد رکھیں ہم سب کی زندگی میں ایک موقع ضرور آتا ہے جب ہم سے سارے سہارے چھوٹ جاتے ہیں یا ہمیں کوئی سہارا نظر نہیں آتا اور پھر ہمیں اللہ کی مدد ملتی ہے۔جب کوئی دوسرا امداد نہیں کرتا تو اللہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔مضبوط رسی، یعنی سہارا۔

آج کل اللہ کی کتاب ہمارا مضبوط سہارا ہے۔جب انسان کو اللہ کی معرفت مل جاتی ہے تو پھر انسان محبت میں اللہ کی بات مانتا ہے۔رَبّ کا بن کے جو مزہ آئے گا کسی اور چیز میں نہیں آئے گا۔

زندگی بے بندگی شرمندگی

ہم کتنا دوسروں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جونہی آپ کسی کی کوئی بات نہیں مانتے وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۥ ۗ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا دوست خدا ہے کہ اُن کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔۔۔

ہم بہت دوستیاں کرتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے مجھ سے دوستی کر کے دیکھو اللہ کیسے ہمیں کامیابیاں عطا فرماتا ہے۔ اپنے دِل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ اللہ نے کیسے اپنی کتاب سے جوڑ کر ہمیں ہدایت کی روشنی عطا کی ہے۔ ہمیں خواہشات اور جاہلیت سے نجات دی۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴿۲۵۷﴾ اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

جونہی ہم اس کتاب سے تعلق توڑیں گے اندھیروں میں جا گریں گے۔ قرآن کے ساتھ ہی سکون اور ہدایت ہے۔ ورنہ ہم دنیاداری، اور ڈپیریشن میں پڑ جائیں گے۔ کفر میں اندھیرے اور گمراہی ہے۔

ایمان ایک روشنی ہے، اصل نور ایمان کا نور ہے۔ اللہ ایمان کو مومن کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔

فطرت کے اعتبار سے ایمان کا نور بندے کو چمکا دیتا ہے۔ ایک بلب کو سامنے لا کر سوچیں۔ ایمان سے ہم روشن ہو جاتے ہیں۔

سچّی محبت رَبّ کی محبت ہے۔ جب ہمارے اندر ایمان آتا ہے تو پورا وجود منّور ہو جاتا ہے۔ انسان کی روح چمکتی ہے۔ صاف وشفّاف۔ سورۃ نور میں ہے کہ اللہ نور السمٰوٰت والارض ہے۔ یہ ایمان والے کے سینے میں سماتا ہے۔ اللہ کا نور صرف مومن دل میں ہے۔ اللہ کے نور سے انسان خود بھی روشن ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی روشن کر دیتا ہے۔

دین کے شک دور، حسد ختم، غیبت ختم۔ زندگی پر سکون۔ آس پاس کا کوئی غم نہیں رہتا۔ یہ نور نہ پیسے سے ملے گا نہ کسی دوائی سے۔ یہ اللہ کی اطاعت سے ملتا ہے۔ یہ ایسے ہے کہ آپ کے پاس ٹارچ ہے باقی سب جگہ اندھیرا ہے تو آپ کو کوئی پرواہ نہیں، نہ کوئی پریشانی نا کوئی غم۔ خواہشات، سرکشی، دنیا داری، خریداری، لین دین، سب پریشانیاں ختم۔

یہ دنیا کے اندھیرے آپ کو گمراہی میں ڈال دیں گے۔ اور آخرت میں جہنم کی طرف لے جاتے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ جہنم کی آگ تین ہزار سال تک جلائی گئی۔ پہلے ایک ہزار سال جلائی گئی تو فرشتے نے آکر بتایا کہ یا اللہ جہنم کی آگ سُرخ ہو گئی ہے۔ اللہ نے حکم دیا اور جلاؤ پھر ایک ہزار سال بعد آکر خبر دی کہ اب سفید ہو گئی ہے۔ دھواں بھر گیا ہے۔ اللہ نے حکم دیا اور جلاؤ پھر ایک ہزار سال بعد آکر خبر دی کہ اب جل جل کر کالی ہو گئی ہے، اندھیرا ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا۔

وہ سرکشوں کا ٹھکانہ ہے۔ سانپ بچھو بھی ہیں اور ہمیشہ وہاں رہیں گے۔

سورۃ یونس میں ہے:

تو ان سے کہیئے کہ پھر (شرک سے) کیوں نہیں پرہیز کرتے سو یہ ہے اللہ جو تمہارا رب حقیقی ہے پھر (امر) حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے پھر حق کو چھوڑ کر کہاں پھرے جاتے ہو۔(۳۲)

جب انسان سیدھا راستہ چھوڑ دیتا ہے تو پھر منزل سے دور ہو جاتا ہے۔ جتنا زیادہ اللہ سے اور اُس کی کتاب سے جڑ جاتے ہیں اُتنی ہی زندگی آسان اور پر سکون ہو جائے گی۔ ایک اللہ کا راستہ ہے اور ایک نفس کا اور شیطان کا راستہ ہے۔ جو اللہ کا راستہ اختیار کرے گا اُس کو مشکل تو ہوگی لیکن سکون مل جائے گا۔ اصل زندگی کا آرام اسی میں ہے۔ شو بازی کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ نہ کوئی بناوٹ نہ کوئی جھوٹ والی زندگی۔ آپ خریداری کے لئے چلے جائیں اگر پسند کی چیز نہ ملے یا پیسے پاس نہ ہوں تو بازار جا کر ٹانگیں ہی درد ہوتی ہیں۔ کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

پچھلی آیات کا خلاصہ: اصل سکون اللہ کو راضی کرنے میں ہے۔ آیت الکرسی سے اللہ کا ایک تصوّر ملتا ہے۔ اکثر مفسّرین کی رائے ہے کہ الحیی القیوم میں اسمِ اعظم ہے۔

حدیثِ رسولؐ سے ہمیں تین آیات ملتی ہیں۔ ایک آیت الکرسی، دوسری سورۃ آلِ عمران کی ابتدائی آیات اور ایک سورۃ طٰہٰ کی آیات جن میں الحیی القیوم کا تذکرہ ملتا ہے۔ جب ان تین آیات کو جمع کرتے ہیں تو یہی دو الفاظ مشترک ہیں۔ جب نبی کریمؐ پر کوئی مشکل معاملہ ہوتا تو آپ یہ دُعا فرماتے۔ یَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ ہم سب کے لئے بھی ہے کہ جب کوئی مشکل ہو تو اللہ کو پکاریں گے۔

دوسری بات یہ کہ اگر ہم اللہ کے ان ناموں کو بغیر شعور کے بھی پڑھتے رہیں تو پھر بھی فائدہ ہوگا؟

یعنی دھیان کہیں اور ہے یا معنی نہیں معلوم تو پھر بھی فائدہ ہو گا؟

جی ہاں اِن ناموں اور آیات کا پھر بھی فائدہ ہو گا۔ ضرور پڑھیں۔ اثر تو ضرور ہو گا۔ شیطان آیت الکرسی سن کر بھاگ جاتا ہے۔

فرض نماز کے بعد پڑھیں گے تو انسان اور جنّت کے درمیان صرف موت ہوتی ہے۔ تو کیا باقی نیکیاں نہ کریں؟ ان آیات کا تب فائدہ ہو گا جب ہم اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرینگے۔ جب لا الہ الا اللہ پڑھ کر اس کے تقاضے بھی نبھائیں گے۔ پھر ہی جنّت ملے گی صرف وظیفے کرنے سے نہیں۔

حدیثِ رسولؐ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کی سفارش اُس کے لئے ہے جس نے اخلاص سے لا الہ الا اللہ کہا۔ تو اُس کا یہ مطلب نہیں کہ بس کلمہ پڑھ لو سفارش اور شفاعت ہو جائے گی۔ نہیں اس کلمے کے تقاضے بھی نبھائیں۔

ہمارا کام یہ ہے کہ نیک عمل کریں۔ انشاء اللہ ہمارے ساتھ معاملہ اچھا ہو گا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ---دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے

اس آیت سے لوگ غلط مطلب لیتے ہیں کہ ہمیں نماز پر مجبور نہ کیا جائے۔ زکوٰۃ اور روزے کا نہ کہا جائے۔ جو قرآن نہیں پڑھتے اُن کو بھی یہ آیت پتا ہے۔ یہ آیت غیر مسلموں کے لئے ہے کہ اُن پر زبردستی نہ کرو۔ مسلمان کو تو یہ حکم ہے کہ اُدخلوا فی السلم کافۃ۔ یعنی ہم اپنے شعور اور ارادے سے کسی ملک میں جاتے ہیں۔ لیکن جب اُس ملک میں چلے جائیں تو پھر وہاں کے قانون ہم پر لاگو ہو جاتے ہیں۔ برطانوی حکومت کہے گی کہ برطانیہ میں رہنا ہے تو اِن قوانین پر عمل کرو۔ اسی طرح

مسلمان ہونا ہمارے اِرادے اور شعور سے ہوگا لیکن جب کلمہ پڑھ لیا تو پھر اللہ اور رسولؐ کی اطاعت لازم ہو گئی۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ زبردستی مسلمان نہیں کیا گیا۔ لیکن مسلمان ہو کر سب اُصول وضوابط پر عمل کرنے ہونگے۔

اللہ کے نبیؐ نے 23سال تبلیغ کی۔ سب کو مذہبی آزادی تھی۔ فتح مکّہ والے دن زیادہ تر لوگ خود ہی مسلمان ہو گئے۔ حجۃ الوداع پر بھی لوگ مسلمان ہوئے۔ سورۂ نصر کی آیات نازل ہوئیں۔

جب سورہ توبہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ اُس سال پہلی دفعہ مُشرکین کو چار مہینے کی مہلت ملی۔ صرف مشرکین مکّہ پر یہ قانون لاگو ہُوا تھا کہ وہ اسلام قبول کریں یا مکّہ کی حدود سے نکل جائیں۔

ہم سب کو بہت خواہش ہوتی ہے کہ کاش نبیؐ کے دور میں ہوتے تو یہ دیکھ لیں پھر ذمّہ داری بھی زیادہ ہے۔ جتنی بڑی نعمت اُتنی بڑی ذمّہ داری (پکڑ)۔

آگے پھر ہم نے طاغوت کی بات کی؛ اپنا نفس ہی طاغوت بن جاتا ہے۔ اللہ کا بندہ بن کر جینا چاہیں تو خاندان والے اور دوست آزمائش بن جاتے ہیں۔

اس پارے کا تھیم رسول ہیں۔ اللہ کے نبیؑ اور رسولؑ بھی انسان تھے، اُن کے دل میں اللہ کے بارے میں کچھ سوال اُبھرے۔ اگر اللہ اُن کو نہ بھی جواب دیتا تو پھر وہ اللہ کے اطاعت گُزار ہی رہتے۔ لیکن اللہ نے اُن کے اندر کے سوالوں کے جواب دیئے۔ اگلی آیات میں تین واقعات آئینگے۔

حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کا واقعہ ہے۔ ابراہیمؑ بابل (عراق) کے شہر اُر میں پیدا ہوئے۔

نمرود وقت کے بادشاہ کو کہتے تھے۔ جیسے فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ جیسے صدر یا وزیر۔ فرعون کی جمع فراعنہ۔ اور نمرود کی جمع نمارده۔

مصر میں فرعون نے خدائی کا دعوٰی کیا۔ بابل میں نمرود نے خدائی کا دعوٰی کیا۔ اصل میں نمرود کا سیاسی دعوٰی تھا۔ وہ اپنے پسند کے حلال و حرام اور اپنی مرضی کے قوانین لانا چاہتا تھا۔ غیر اسلامی قوانین کو طاغوت کہیں گے۔ نمرود نے ابراہیمؑ سے بحث کی؛

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِىۡ حَآجَّ اِبۡرٰهٖمَ فِىۡ رَبِّهٖۤ اَنۡ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ‌ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُۙ قَالَ اَنَا اُحۡىٖ وَاُمِيۡتُ‌ؕ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاۡتِىۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىۡ كَفَرَ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ‌ۚ ﴿۲۵۸﴾

بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس (غرور کے) سبب سے کہ خدا نے اس کو سلطنت بخشی تھی ابراہیم سے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ جب ابراہیم نے کہا میرا پروردگار تو وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ وہ بولا کہ جلا اور مار تو میں بھی سکتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ خدا تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے آپ اسے مغرب سے نکال دیجیئے (یہ سن کر) کافر حیران رہ گیا اور خدا بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا ﴿۲۵۸﴾ نمرود نے کہا کہ وہ خدا ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میرا ربّ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔۔ روایات میں آتا ہے کہ نمرود نے ایک موت کی سزا کے قیدی کو آزاد کر دیا اور ایک بے گناہ کو پکڑ کر قتل کروا دیا اور بولا کی یہ دیکھو میں زندگی دیتا ہوں اور موت بھی۔ ابراہیمؑ نے بحث نہیں کی۔ بہت سمجھداری سے کام لیا (تبلیغ کا اُصول دیکھیں کہ بحث میں نہ پڑیں)۔

نمرود لاجواب ہو گیا کہ وہ مشرق سے سورج نکلنے کا اب کیا جواب دے۔

نمرود کہتا تھا کہ وہ سورج دیوتا کا اوتار ہے۔ جیسے مصری سورج کی پوجا کرتے تھے۔ یہ غیر مسلم کلچر آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ نمرود کو ہدایت نہیں ملی۔ کیونکہ اُس میں تکبّر آگیا۔

اللہ نے انبیاء کو باتیں بتائیں تو انہوں نے مان لیں۔ ہمیں یہاں سے یہ سبق ملتا ہے کہ نمرود اور فرعون جیسے لوگوں سے لمبی چوڑی باتیں نہیں کرنی چاہیئے۔ اُلجھنے کی بجائے دلیل دے کر بات کریں۔ غصّے میں نہ آئیں۔ مت جھنجلائیں۔ جواب آتا ہے تو دیں اگر جواب نہیں آتا ہو گا تو پھر غصّہ آتا ہے۔ تبلیغ کا اُصول ہے کہ نرمی سے بات سمجھائیں۔ اگر کبھی کوئی ایسا موقع آجائے تو کائنات سے مثالیں دیں۔

دلیل سے بات کریں اور مثال دے کر بات کریں۔ یہ وہ انٹیلکچوئل سٹائل کہ آج کے دور میں ہمیں یہی طریقہ اپنانا پڑے گا۔ دوسرے انسان سے غصّے سے بات نہ کریں۔

یہاں ہمیں نمرود کی کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی نظر آتی ہے حالانکہ حیران تو وہ بھی ہو گیا تھا لیکن مانا نہیں کیونکہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا تھا۔

اگلا واقعہ: حضرت عزیرؑ بھی نبیؑ تھے۔ بابل (عراق) کا بادشاہ بخت نصر جس نے 586 ق م میں فلسطین (بیت المقدس) پر حملہ کیا۔ اُس نے یروشلم کو تباہ وبرباد کر دیا۔ عراق اور یروشلم میں ڈھائی ہزار سال پرانی دشمنی ہے۔ جو آج بھی ہے۔ اُس وقت یروشلم میں 12 لاکھ افراد رہتے تھے۔ چھ لاکھ افراد کو بخت نصر نے قتل کر دیا۔ اور باقی چھ لاکھ کا قیدی بنا کر لے گیا۔ 150 سال یہی صورتِ حال رہی۔ یروشلم بے آباد ہو گیا حتیٰ کہ ہیکلِ سلیمانی کو بھی اِس بادشاہ نے شہید کر دیا۔ یہود کا خیال ہے کہ اُس تباہی میں تابوتِ سکینہ بھی کہیں نیچے دفن ہو گیا۔

عزیرؑ نے یہ بے آباد بستی دیکھی تو دل میں خیال آیا کہ اللہ اِن کو کیسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ انکار نہیں کیا صرف حیرت سے دل میں خیال آگیا۔

اَوۡ كَالَّذِىۡ مَرَّ عَلٰى قَرۡيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوۡشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحۡىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمۡ لَبِثۡتَ ؕ قَالَ لَبِثۡتُ يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ ؕ قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَةَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمۡ يَتَسَنَّهۡ ۚ وَانۡظُرۡ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجۡعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانۡظُرۡ اِلَى الۡعِظَامِ كَيۡفَ نُنۡشِزُهَا ثُمَّ نَكۡسُوۡهَا لَحۡمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۲۵۹﴾ یا اسی طرح اس شخص کو (نہیں دیکھا) جسے ایک گاؤں میں جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا اتفاق گزر ہوا۔ تو اس نے کہا کہ خدا اس (کے باشندوں) کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا۔ تو خدا نے اس کی روح قبض کرلی (اور) سو برس تک (اس کو مردہ رکھا) پھر اس کو جلا اٹھایا اور پوچھا تم کتنا عرصہ (مرے) رہے ہو اس نے جواب دیا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ خدا نے فرمایا (نہیں) بلکہ سو برس (مرے) رہے ہو۔ اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ (اتنی مدت میں مطلق) سڑی بسی نہیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو (جو مرا پڑا ہے) غرض (ان باتوں سے) یہ ہے کہ ہم تم کو لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) نشانی بنائیں اور (ہاں گدھے) کی ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم ان کو کیونکر جوڑے دیتے اور ان پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔ جب یہ واقعات اس کے مشاہدے میں آئے تو بول اٹھا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۵۹﴾ روایات میں آتا ہے کہ جب سوئے تو صبح کا وقت تھا جب دوبارہ ہوش آیا تو دوپہر کا وقت تھا۔ یعنی نیند اور بے ہوشی میں وقت اور جگہ کا تصوّر ختم ہو جاتا ہے۔

اب آپ دیکھ لیں کہ جو لوگ قبروں پر جاکر کچھ کہیں گے تو مُردے کیا جواب دے سکیں گے۔

قیامت کے دن لوگ اُٹھیں گے تو انہیں کچھ معلوم نہ ہو گا کہ کتنی دیر قبر میں پڑے رہے۔

عزیرؑ کے پاس کھانا بھی تھا اور گدھا سواری کے لئے ساتھ تھا۔ اللہ نے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھا دیں۔ اللہ نے اُن کو یہ منظر دکھادیا۔ کہ کیسے گدھا زندہ ہو گیا۔ وہ پکار اُٹھے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اسی بات کو بنیاد بنا کر پھر یہود نے کہا کہ عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

بنی اسرائیل کا زوال آیا۔ یہود تورات سے دور ہو چکے تھے۔ یہ سو سال کا عرصہ گزرا تو تورات دنیا سے ختم ہو چکی تھی۔ پھر بنی اسرائیل کو ہوش آیا۔ دوبارہ سے سر جوڑ کر بیٹھے کہ اب کیا کریں۔ عزیرؑ کو دوبارہ زندگی ملی۔ وہ تورات کے حافظ تھے انہوں نے اپنے حافظے سے تورات دوبارہ لکھوائی۔ یہود نے اُن کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ یہود اِن کو اپنے نشاۃ ثانیہ کا بانی سمجھتے ہیں۔

پھر ایران کے بادشاہ سائرس نے عراق پر حملہ کیا تو یہود کو بخت نصر سے آزادی ملی وہ واپس یروشلم آئے۔ جیسا کہ یہود کے ساتھ ہوتا آیا ہے کبھی عروج اور کبھی زوال۔ پھر 136 سال کے بعد یہ یروشلم دوبارہ آباد ہُوا جو آج ہم دیکھتے ہیں۔ اس کو سیکنڈ ٹیمپل بھی کہتے ہیں۔

آپ یہود کی ہسٹری پڑھیں آپ کو یوں لگتا ہے مسلمانوں کی ہسٹری پڑھ رہے ہیں۔ آج جو مسلمانوں کا حال ہے کبھی یہود کا تھا۔ ساتویں صدی میں یروشلم پر پھر تباہی آئی۔ اور اب دو ہزار سال ہونے کو آئے ہیں ابھی تک یہود دوبارہ سیٹل نہیں ہو سکے۔ آج تک ان کا کعبہ زمین بوس ہے۔

مسجد اقصیٰ تو مسلمانوں کی ہے۔ یہود کا ٹیمپل تو ابھی تک دوبارہ بن ہی نہیں سکا۔

ہم ہسٹری میں دل چسپی ہی نہیں لیتے۔ 1948 میں یہود دوبارہ اُٹھے۔ اور اسرائیلی ریاست وجود میں آئی۔ یہود گرتے اور اُٹھتے رہے۔ عروج وزوال ملتا رہا۔ ان کو عزیرؑ کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیئے تھا لیکن انہوں نے ان کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ جتنا مذہب سے دور ہونگے زوال آئے گا۔ اگلا واقعہ:

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىۡ كَيۡفَ تُحۡىِ الۡمَوۡتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنۡ لِّيَطۡمَٮِٕنَّ قَلۡبِىۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّيۡرِ فَصُرۡهُنَّ اِلَيۡكَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُهُنَّ يَاۡتِيۡنَكَ سَعۡيًا ؕ وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴿۲۶۰﴾

اور جب ابراہیم نے (خدا سے) کہا کہ اے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔ خدا نے فرمایا کیا تم نے (اس بات کو) باور نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ لیکن (میں دیکھنا) اس لئے (چاہتا ہوں) کہ میرا دل اطمینان کامل حاصل کرلے۔ خدا نے فرمایا کہ چار جانور پکڑوا کر اپنے پاس منگالو (اور ٹکڑے ٹکڑے کرادو) پھر ان کا ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھوا دو پھر ان کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے۔ اور جان رکھو کہ خدا غالب اور صاحب حکمت ہے۔ ﴿۲۶۰﴾

ابراہیمؑ کا ایمان تھا لیکن صرف دیکھنا چاہتے تھے کہ دل پوری طرح مطمئن ہو جائے۔

علم کے تین درجے ہیں؛

1. علم الیقین: پیدائشی مسلمان۔ مسلمان گھر میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہیں سے علم اور یقین ملتا ہے۔
2. عین الیقین۔ کائنات کی نشانیوں کو دیکھتے ہیں۔ آنکھ سے دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔
3. حق الیقین: یہ ساری زندگی بڑھتا رہتا ہے اور وقت کے ساتھ پختہ ہوتا ہے۔

انبیاء کرام صرف زبانی کلامی مسلمان نہیں ہوتے۔ اللہ اُن کو عین الیقین اور حق الیقین عطا کرتا ہے۔

کہ صرف علم الیقین ہو کہ بس اللہ ایک ہے پتا ہے۔ اُستاد میں پختہ علم ہو گا تو شاگرد فیضیاب ہونگے۔ ماں کو پکّا یقین ہو گا تو بچے کو ملے گا۔ لہذا اللہ ایسے مشاہدات کروادیتے ہیں کہ کہ انبیاء کرامؑ کا ایمان پختہ ہوتا ہے۔ سورۃ الانعام میں ہم پڑھیں گے کہ ابراہیمؑ نے کیسے مشاہدات کئے اور اللہ کو پہچانا۔

اللہ کے نبیؐ کو معراج پر لے جایا گیا اور کیسے حق الیقین کروایا گیا۔

ہم مسلمان تھے یہ علم الیقین ہے۔ پھر اللہ کی قدرت دیکھی اپنی آنکھ سے مشاہدے کئے۔ اللہ کی کتاب پڑھ کر عین الیقین آگیا۔ اسی سے خوشی اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ سچّا ایمان بندے کو مطمئن کردیتا ہے۔ مومن کی شخصیت میں ٹھہراؤ ہوتا ہے۔ سمندر کی سطح پر سکون ہوتی ہے۔ اندر بہت گہرائی ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے۔ اگر غیب کا پردہ اُٹھ جائے۔ تو پھر بھی میرے ایمان میں ذرا سا بھی فرق نہیں پڑے گا۔

یاد رکھیں ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ یہ متحرک چیز ہے۔ یہ زندہ ہے۔

ابراہیمؑ کو اللہ آگے لے جانا چاہتے تھے تو اُن کو مطمئن کردیا گیا۔ ایسا سوال دل میں آجائے تو گناہ نہیں لیکن مزید تفصیل میں نہ جائیں۔

ابراہیمؑ نے چار پرندے لئے۔ اُن کو اپنے ساتھ مانوس کیا۔ پھر حلال کرکے اُن کے ٹکڑے الگ الگ جگہوں پر رکھ دئے پھر بلایا تو وہ زندہ سلامت واپس آ گئے۔ یہ معجزہ تھا۔ جو لوگ معجزات کا انکار کرتے ہیں وہ اس کی کچھ اور ہی تفسیر بتائیں گے۔ لیکن ہم اللہ کے معجزات پر ایمان رکھتے ہیں۔

احادیث سے بھی ان واقعات کی تفصیل ملتی ہیں۔ ہمیں قرآن سے جو بات مل جائے اس پر ایمان لے آئیں۔ اللہ کے معجزات ہم اپنی زندگی میں دیکھ لیتے ہیں۔ اللہ نے اس طرح ابراہیمؑ کو حق الیقین عطا فرمایا۔

ہم اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں حق الیقین عطا فرمائے۔ ہر چیز ہمیں اپنی آنکھ سے نظر آ جائے۔ احسان کا بھی یہی درجہ ہے کہ ہم اللہ کی عبادت ایسے کریں جیسے اُس کو دیکھ رہے ہیں۔ اور وہ تو ہمیں دیکھ ہی رہا ہے۔ ایک اور بات یہ کہ اگر دل میں کوئی گمان آ جائے تو اللہ سے مدد مانگیں اللہ اُس کا شک دور فرما دینگے۔ کبھی کسی سے اُس بات کا تذکرہ نہ کریں بس یہ دُعا مانگیں۔ آمنت باللہ۔

کوئی وہم آئیں یا بُرے خواب یا خیال آئیں تو صرف نظر انداز کریں اور اللہ سے دُعا مانگیں۔